احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

جمعہ 31۔اکتوبر 2014ء

روزنامہ

1913ء سے جاری شدہ

FR-10

الفضل

The ALFAZL Daily

ٹیلی فون نمبر 047-6213029

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

جمعہ 31۔اکتوبر 2014ء 6 محرم 1436 ہجری 31۔اخاء 1393 ہش جلد 64-99 نمبر 247

حضرت امام حسینؓ کے اقوال

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

سچائی عزت ہے، جھوٹ پستی ہے، راز امانت ہے، حق ہمسائیگی قرابت ہے، امداد دوستی ہے، عمل تجربہ ہے، حسن خلق عبادت ہے، خاموشی زینت ہے، بخل غربت ہے، سخاوت دولت مندی ہے اور نرمی عقل مندی ہے۔

(تاریخ الیعقوبی جلد2 ص246 احمد بن ابی یعقوب بن جعفر دار صادر۔ بیروت)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

حضرت امام حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ثنا خواں

ہم تو دونوں کے ثنا خواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جدا جدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مدنظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ.

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 579-580)

حضرت مسیح موعود نے ایک خط میں تحریر فرمایا

جن لوگوں کی جان توڑ کوششوں سے دنیا میں اسلام پھیلا۔ اگر وہ منافق اور بے ایمان ہوتے۔ تو اسلام نابود ہو جاتا۔ خدا نے قرآن شریف میں ان کی تعریفیں کی ہیں اور میرے پر خدا نے یہی ظاہر کیا ہے۔ میرا اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص تعلق ہے۔ اگر خدا میرے پر ظاہر کرتا کہ خلفائے ثلاثہ درحقیقت منافق تھے اور اہل بیت کے دشمن تھے۔ تو میں سب سے پہلے تبرا کے لئے تیار ہو جاتا۔ خدا کا کلام میرے پر نازل ہوتا ہے خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے۔ کہ خلفاء ثلاثہ اور ان کی جماعت کے لوگ نیک اور ناصر دین تھے اور نیز علیؓ اور حسنؓ اور حسینؓ یہ سب نہایت درجہ مقدس تھے۔ جن کا بُغض کسی لعنتی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ونزعنا مافی .... یعنے صحابہؓ اور اہل بیت میں جو کچھ باہم رنج واقعہ ہو گئے تھے قیامت کو ہم وہ رنجشیں ان کے سینوں میں سے دور کر دیں گے اور وہ باہم بھائی ہوں گے۔ جو ایک دوسرے کے مقابل پر تختوں پر آ بیٹھیں گے۔ سچی بات یہی ہے۔ اگر کوئی مجھے سچا سمجھتا ہے۔ تو اسے قبول کرے گا۔

(الفضل 6 نومبر 1937ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ کا وقت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے براہ راست خطبہ جمعہ کا وقت برطانیہ میں اوقات کی تبدیلی کی وجہ سے پاکستانی وقت کے مطابق آئندہ سے شام 6 بجے ہوگا۔ احباب جماعت نوٹ فرمالیں اور زیادہ سے زیادہ اس روحانی مائدہ سے فیضیاب ہوں۔

آواز کو پھیلا دیا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ایم ٹی اے نے تمام دنیا میں وہ آواز پہنچا دی ...... پہلے تو (بیت) اقصیٰ ربوہ میں خلیفۃ المسیح کا خطبہ سنتے تھے اب ہر شہر میں، ہر گاؤں میں، ہر گھر میں یہ آواز پہنچ رہی ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 350)

مریم شادی فنڈ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنی زندگی میں جو آخری مالی تحریک فرمائی وہ مریم شادی فنڈ ہے۔ مورخہ 28 فروری 2003ء کے خطبہ جمعہ میں اس تحریک کا اعلان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

”اس فنڈ کا نام مریم شادی فنڈ رکھ دیتا ہوں امید ہے کہ اب یہ فنڈ کبھی ختم نہیں ہوگا اور ہمیشہ غریب بچیوں کو عزت کے ساتھ رخصت کیا جا سکے گا۔“

(الفضل 6 مئی 2003ء)

احباب جماعت کو حضور کی اس تحریک میں خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ضرور حصہ لینا چاہئے اور اپنی شادیوں کے مواقع پر اس تحریک میں بھی ادائیگی کرنی چاہئے تا کہ مستحق، بے سہارا اور یتیم بچیاں بھی عزت کے ساتھ رخصت ہو سکیں نیز ایسے افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے مالی فراخی عطا فرمائی ہے وہ شکرانے کے طور پر اپنی استطاعت کے مطابق ضرور اس بابرکت تحریک میں شامل ہونے کی کوشش کریں۔ جزاکم اللہ

(ناظر اعلیٰ)

مشعل راہ

سچی توبہ کی برکت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

شبلیؒ جو مشہور صوفی گزرے ہیں۔اور تمام عالم اسلام ان کا ادب اور احترام کرتا ہے۔وہ ایک علاقہ کے گورنر تھے۔مگر نہایت ہی ظالم و جابر جس طرح حجاج بن یوسف اپنے ظلم کی وجہ سے بدنام ہے۔اسی طرح وہ بھی اپنے ظلموں کی وجہ سے بدنام تھے۔بلکہ حجاج بن یوسف تو شاید ظالم تھا یا نہیں کیونکہ اس کے متعلق اختلاف ہے۔شبلیؒ خود کہتے ہیں کہ میں نہایت ظالم و جابر گورنر تھا اور کوئی فتنہ نہیں تھا جس سے مجھے احتراز ہو۔ ہر گناہ کا میں مرتکب ہوا اور ہر ظلم میں میں نے حصہ لیا۔ان کی ہدایت کا جو اللہ تعالیٰ نے ذریعہ بنایا۔وہ یہ تھا کہ ایک دفعہ وہ بادشاہ کے دربار میں بیٹھے تھے کہ ایک جرنیل پیش ہوا۔جس نے بہت بڑی جنگی خدمات سرانجام دی تھیں۔بادشاہ نے اسے برسر دربار خلعت دیا لیکن بدقسمتی سے وہ رومال لانا بھول گیا تھا۔اتفاق ایسا ہوا کہ اسے نزلہ تھا۔چھینک جو آئی تو نزلہ بہنے لگا۔اب اگر نزلہ نہ پونچھتا تو یہ بدنما معلوم ہوتا۔اور اگر پونچھتا تو کوئی چیز نہ تھی۔آخر اس نے نظر بچا کر اسی خلعت سے ناک صاف کر لیا۔مگر بادشاہ کی نظر پڑ گئی۔وہ اپنے عطا کردہ خلعت کی اس بے قدری کو برداشت نہ کر سکا اس نے نہایت ہی غصہ میں کہا کہ اس کا خلعت اتار لو اور اس کی تمام جائیداد ضبط کر لو۔ہم نے ایک خلعت دیا مگر اس نے اس کی بے قدری کی۔

شبلیؒ نے جب یہ نظارہ دیکھا تو ایک دم ان کی چیخیں نکل گئیں۔اللہ تعالیٰ ایک تغیر کا وقت لاتا ہے۔اس وقت خدا کے حضور یہی مقدر تھا کہ ہدایت دے۔بادشاہ نے پوچھا۔شبلی تمہیں کیا ہو گیا ہو گیا مگر ان پر ایسی رقت طاری تھی۔کہ کچھ دیر تک جواب نہ دے سکے۔اور جب اصرار کیا گیا تو انہوں نے کہا بادشاہ سلامت میرا استعفیٰ منظور کیجئے۔بادشاہ نے کہا۔کیا تو پاگل ہو گیا ہے۔انہوں نے کہا میں پاگل تو نہیں ہوا مگر اب مجھے وہ بات سمجھ آ گئی ہے۔جو پہلے میں سمجھ نہیں سکا تھا۔میں نے آج تک ہر کام آپ کے خوش کرنے کے لئے کیا۔مگر اب یہ نظارہ دیکھنے سے مجھے معاً خیال آیا کہ اس جرنیل نے کتنی بڑی خدمات سرانجام دی تھیں۔یہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر بیوی کو بیوہ ہونے کے خطرہ میں اور بچوں کو یتیم ہونے کے خطرہ میں ڈال کر سالہا سال تک تکالیف برداشت کرتا رہا۔اس کے بدلہ میں آپ نے جو اسے خلعت دیا وہ اس کی خدمات کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتا ہے مگر اس کی ایک معمولی سی فروگزاشت پر آپ نے اس پر اتنا عتاب نازل کیا۔اس کا خلعت اتار لیا۔اس کی جائیداد ضبط کر لی۔اور اسے برسر دربار ذلیل کرایا۔مجھے بھی خدا نے ایک خلعت دی تھی مگر میں نے اپنے گناہوں کی وجہ سے اسے سر سے پیر تک خراب کر لیا ہے۔اب مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنی باقی عمر ان گناہوں کے داغوں کو دھونے میں صرف کر دوں۔

لکھا ہے کہ وہ اتنے سخت ظالم تھے کہ وہ کئی صوفیا کے پاس گئے اور کہا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں مگر سب نے یہی کہا کہ تو اتنے ظلم کر چکا ہے کہ اب تیری توبہ قبول ہونے کی صورت نہیں۔آخر کسی اور بزرگ کے پاس وہ گئے اور انہوں نے کہا کہ ہاں تو بہ قبول ہو سکتی ہے۔مگر یہ شرط رکھی کہ جن جن پر تم نے ظلم کیا ہے ان تمام کے دروازوں پر جاؤ اور ہر ایک سے معافی مانگو۔آخر وہ ہر شخص کے دروازہ پر گئے اور انہوں نے معافی مانگی۔اب وہی شبلیؒ روحانی ہادیوں میں شمار ہوتے ہیں اور انہیں روحانیت میں بہت بڑا درجہ اور مقام حاصل ہے پس انسان کے لئے ہر وقت مدارج کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء اسی لئے آیا کرتے ہیں کہ تا وہ لوگوں کو گڑھوں سے نکالیں اور انہیں روشنی کے بلند مینار پر کھڑا کر دیں۔پس یہ مت خیال کرو کہ تمہارے اندر کمزوریاں پائی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے سے یہ تمام کمزوریاں دور ہو سکتی ہیں۔ (خطبات محمود جلد دوم ص161-162)

غزل

گئے دنوں کا سراغ لے کر کدھر سے آیا کدھر گیا وہ
عجیب مانوس اجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ

بس ایک چھوٹی سی چھب دکھا کر بس ایک میٹھی سی دھن سنا کر
ستارۂ شام بن کے آیا برنگ خوابِ سحر گیا وہ

خوشی کی رت ہو کہ غم کا موسم نظر اسے ڈھونڈتی ہے ہر دم
وہ بوئے گل تھا کہ نغمہ جاں مرے تو دل میں اتر گیا وہ

نہ اب وہ یادوں کا چڑھتا دریا نہ فرصتوں کی اداس برکھا
یونہی ذرا سی کسک ہے دل میں جو زخم گہرا تھا بھر گیا وہ

کچھ اب سنبھلنے لگی ہے جاں بھی بدل چلا دور آسماں بھی
جو رات بھاری تھی ٹل گئی ہے جو دن کڑا تھا گزر گیا وہ

بس ایک منزل ہے بوالہوس کی ہزار رستے ہیں اہلِ دل کے
یہی تو ہے فرق مجھ میں اس میں گزر گیا میں ٹھہر گیا وہ

شکستہ پا راہ میں کھڑا ہوں گئے دنوں کو بلا رہا ہوں
جو قافلہ میرا ہم سفر تھا مثالِ گردِ سفر گیا وہ

مرا تو خوں ہو گیا ہے پانی ستمگروں کی پلک نہ بھیگی
جو نالہ اٹھا تھا رات دل سے نہ جانے کیوں بے اثر گیا وہ

وہ میکدے کو جگانے والا وہ رات کی نیند اڑانے والا
یہ آج کیا اس کے جی میں آئی کہ شام ہوتے ہی گھر گیا وہ

وہ ہجر کی رات کا ستارہ، وہ ہم نفس ہم سخن ہمارا
سدا رہے اس کا نام پیارا، سنا ہے کل رات مر گیا وہ

وہ جس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر سفر کیا تو نے منزلوں کا
تیری گلی سے نہ جانے کیوں آج سر جھکائے گزر گیا وہ

وہ رات کا بے نوا مسافرؔ وہ تیرا شاعر وہ تیرا ناصؔر
تری گلی تک تو ہم نے دیکھا تھا پھر نہ جانے کدھر گیا وہ

ناصر کاظمی

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ ....مطبع: ضیاء الاسلام پریس ....مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 5 روپے

مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب

رفیق حضرت اقدس مسیح موعود

حضرت ڈاکٹر پیر رحمت علی صاحب

(قسط اول)

رتمل ضلع منڈی بہاؤالدین (سابقہ ضلع گجرات) کا گاؤں ان جگہوں میں سے ایک ہے جہاں حضرت اقدس مسیح موعود کی زندگی میں ہی حضرت اقدس کے جاں نثار خدام پیدا ہوگئے تھے۔ ان جاں نثار خدام میں چار مخلص سگے بھائیوں کو بھی شامل ہونے کی توفیق ملی جن کے نام یہ ہیں:

(1) حضرت پیر برکت علی صاحب (وفات 29 جون 1924ء)

(2) حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب (وفات جنوری 1904ء)

(3) حضرت پیر اکبر علی صاحب (وفات جنوری 1920ء)

(4) حضرت حافظ روشن علی صاحب (وفات 23 جون 1929ء)

مضمون ہذا میں حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔ اس خاندان میں حضرت ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے احمدیت کو قبول کیا۔

حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب ولد مکرم میراں بخش صاحب چار بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے، آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت بخت روشن صاحبہ (وفات 29-اپریل 1911ء) تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد میڈیکل کی تعلیم حاصل کی اور اپنی ملازمت کے سلسلے میں بطور ہاسپٹل اسسٹنٹ ایسٹ افریقہ تشریف لے گئے تھے اور کینیا کے شہر ممباسہ اور اس کے گردونواح میں تعینات رہے۔ اس زمانے کا کچھ ریکارڈ British Library برطانیہ میں Asia, Pacific and Africa Collections کے تحت موجود ہے اس لائبریری سے جب رابطہ کیا گیا تو انہوں نے حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب کے دفتری کاغذات کے چند صفحے خاکسار کو ارسال کئے جس میں 24 مئی 1899ء کی لکھی ہوئی آپ کی ایک درخواست بھی موجود ہے جس سے آپ کی افریقہ ملازمت کا کچھ نقشہ سامنے آتا ہے:

یہ 98-1896ء کی بات ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود کے چند رفقاء حضرت منشی محمد افضل صاحب یکے از 313 (وفات: مارچ 1905ء) اور حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانی یکے از 313 (وفات: 9 جون 1921ء) وغیرہم ابھی ملازمت کے سلسلے میں ایسٹ افریقہ آئے جن سے حضرت اقدس کے دعاوی اور دلائل کا علم ہوا نیز ان کی دعوت الی اللہ اور حضرت مسیح موعود کی کتب کے مطالعہ سے حق شناخت کر کے حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب بھی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوگئے۔ آپ اپنی قبول احمدیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ برادر محمد افضل اور ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب پر رحم فرماوے جن کے ذریعہ مجھے اس امام صادق کی ایک کتاب نور القرآن حصہ دوم کے دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کے پڑھنے کے بعد ہی میں نے خدا کے فضل سے امام کی بیعت کر لی اور مجھے دوسری کتاب کے دیکھنے کی اُس وقت ضرورت نہ پڑی کیونکہ اس کتاب میں اس جری اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی عزت کے لیے ایسی غیرت ظاہر کی ہے کہ جب تک کوئی فنافی الرسول نہ ہو ہرگز نہیں دکھا سکتا۔''

(ضمیمہ اخبار البدر 28 نومبر و 5 دسمبر 1902ء صفحہ 2)

ایک اور جگہ آپ اپنی بیعت کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں ممباسہ ملک افریقہ میں ہاسپٹل اسسٹنٹ تھا مجھے حضرت اقدس کے حالات سے کچھ واقفیت نہ تھی زیادہ تر طبیعت نیچریت کی طرف مائل تھی اتفاقاً میں بیمار ہوگیا اس پر ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب جو اُس وقت اُسی ملک میں ایک پلٹن میں ڈاکٹر تھے عارضی طور پر آکر میری جگہ کام کرنے لگے اُسی اثنا میں انھوں نے حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی کتابیں مجھے دکھلائیں، انھی ایام میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا بھاری سمندر ہے میں اس کے کنارہ پر کھڑا ہوں اور پار ہونا چاہتا ہوں مگر نہ کوئی جہاز ہے اور نہ کوئی اور ذریعہ پار ہونے کا ہے علاوہ ازیں سمندر ایسا خوفناک ہے کہ پار ہونے کی جرأت ہی نہیں پڑتی میں اسی حالت میں سخت حیران تھا کہ کیا کروں کہ ناگاہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب آگئے اور فرمانے لگے کہ کیا تم پار جانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں! فرمانے لگے کہ آؤ میں تمھیں ایسا راستہ بتلاؤں کہ وہاں کشتی وغیرہ کی بھی حاجت نہیں، چنانچہ میں اُن کے ساتھ کنارے کنارے ایسی جگہ پر پہنچا کہ وہاں سمندر کا عرض صرف ایک قدم تھا اور فرمایا کہ یہاں سے پار ہو جاؤ، اس کے بعد آنکھ کھل گئی، اس کے بعد یہی تفہیم ہوئی کہ منزل مقصود پر پہنچنے یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے لیے صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ حضرت مرزا صاحب ہیں لہٰذا میں بار شاد ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت اقدس جناب مسیح موعود کی بیعت میں بذریعہ خط داخل ہوا۔''

(عسل مصفٰے جلد دوم صفحہ 507 از جناب مرزا خدا بخش صاحب 1914ء)

حضرت ڈاکٹر صاحب نے جوانی میں ہی احمدیت قبول کی، آپ ایک مخلص، حسن خلق اور دیندار شخصیت کے مالک تھے، آپ کی اسی خوبی نے حق کو پہچاننے میں دیر نہ لگنے دی اور آپ جلد ہی احمدیت کی آغوش میں آگئے۔ آپ کی نیک عادات اور حسن اخلاق کی وجہ سے آپ کا حلقہ احباب آپ کو قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا چنانچہ آپ کی دعوت الی اللہ اور عمل صالح کو دیکھ کر بعض اور لوگ بھی احمدیت کی طرف مائل ہوئے اور بالآخر بیعت سے مشرف ہوئے مثلاً سلسلہ احمدیہ کے مشہور بزرگ حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب کے خاندان میں احمدیت آپ ہی کی دعوت الی اللہ سے آئی۔ حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب کے بڑے بھائی حضرت ڈاکٹر علی اظفر صاحب پہلے آپ سے مانوس اور متاثر ہوکر احمدیت میں داخل ہوئے پھر حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب بھی اپنے بھائی کی اس انقلابی تبدیلی کو دیکھ کر احمدیت کی صداقت پر یقین کیے بغیر نہ رہ سکے۔ حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب بیان کرتے ہیں:

''ہم دونوں بھائی ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر کام کرتے تھے، مَیں ان دنوں خوب فیشن ایبل تھا اور دین کی طرف کم ہی دھیان تھا، رخصت لے کر بڑے بھائی صاحب کو ملنے آیا تو انھیں دیکھ کر مَیں حیران رہ گیا، ان کے اندر نمایاں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی، خوبصورت چہرہ پر ایک چھوٹی سی داڑھی عجب بہار دکھا رہی تھی اور نماز و عبادت سے شغف بڑھ گیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ مکرم ڈاکٹر رحمت علی صاحب کی (دعوت الی اللہ) سے احمدی ہو چکے ہیں، مَیں چونکہ اپنے بھائی کا بہت احترام کرتا تھا اس لئے ان میں یہ تغیر دیکھ کر مَیں نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا پھر قادیان آکر دستی بیعت بھی کی۔''

(لاہور تاریخ احمدیت بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 202)

افریقہ میں ملازمت کرنے والے ایک اور بزرگ حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب (بیعت: 1900ء- وفات: 19 فروری 1957ء) بھی آپ کے ذریعہ ہی احمدیت سے متعارف ہوئے، وہ بیان کرتے ہیں:

''جب میں مشرقی افریقہ جا رہا تھا بمبئی میں ڈاکٹر رحمت علی صاحب جو کہ حضرت حافظ روشن علی صاحب کے بڑے بھائی تھے، سے ملنے کا اتفاق ہوا، وہ بھی افریقہ جا رہے تھے۔ ایک ہی جہاز میں سوار ہوئے اور تمام راستہ انھیں سے حضرت اقدس کے متعلق بحث مباحثہ ہوتا رہا، آخر میں مان گیا مگر بیعت نہیں کی...... ڈاکٹر رحمت علی صاحب نہایت صالح اور متقی نوجوان تھے ان کے ذریعہ کثرت سے لوگ احمدیت میں داخل ہوئے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 576)

اسی طرح حضرت ڈاکٹر عمر الدین صاحب آف گجرات ملک کینیا میں اپنی ملازمت کے دوران احمدیت سے تعارف کے متعلق فرماتے ہیں:

''میں اس ملک میں 1900ء فروری میں ڈاکٹر رحمت علی صاحب، صوفی نبی بخش صاحب اکونٹنٹ اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے زمانہ وغیرہ میں آیا۔ ڈاکٹر رحمت علی صاحب کے اخلاق فاضلہ، شفقت اور ہمدردی کو دیکھ کر کثرت سے لوگ سلسلہ حقہ احمدیہ میں شامل ہوتے دیکھے، یہی پہلا موقعہ تھا جب اس ہادی زمانہ کے پیغام کی آواز میرے کانوں نے سنی۔''

(رجسٹر روایات رفقاء جلد نمبر 1 صفحہ 178)

غرضیکہ بہت سی سعید روحیں آپ کے توسط سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئیں، حضرت منشی محمد افضل صاحب بیان کرتے ہیں:

''مرحوم رحمت علی صاحب...... کا اس سلسلہ میں داخل ہو جانا احمدی تاثیرات کے کام کرنے کے لئے ایک کلید یا ریگولیٹر تھا جس کے ذریعے سے روح القدس کی تاثیرات ایک سٹیم کی طرح جلد جلد اپنے کام کرنے لگ گئیں اور جو کیل اور پرزہ حرکت اور کام کرنے کے قابل تھا وہ کام میں لگ گیا۔''

(بدر 16 فروری 1904ء صفحہ 8 کالم 1)

1899ء میں آپ قادیان حاضر ہوئے ایڈیٹر صاحب اخبار الحکم لکھتے ہیں:

''اتفاق حسنہ سے ڈاکٹر رحمت علی صاحب افریقہ سے تشریف لائے اور مع الخیر واپس رخصت ہوئے، ڈاکٹر صاحب کے چہرہ سے رشد و سعادت کے آثار نمایاں ہیں۔ افریقہ میں ڈاکٹر صاحب کو ذاتی نمونہ سے بہت لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ خدا تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کا سا اخلاص، ہمت، استقلال سب کو عطا کرے۔''

(الحکم 24-اکتوبر 1899ء صفحہ 7 کالم 1,2)

حضرت اقدس مسیح موعود کے ساتھ ملاقات کے بعد حضور اقدس کے ساتھ عشق و محبت میں اور بھی ترقی ہوئی، اس بات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو بذریعہ خط قادیان کے حالات سے اطلاع دینے کی خواہش ظاہر فرمائی، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سلسلہ احمدیہ کا پہلا اخبار ''الحکم'' بھی ابھی ابتدائی مراحل میں تھا اور افریقہ جیسے دور دراز علاقہ میں سوائے خط کے اور کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ حضرت مسیح موعود کی خیر و عافیت اور قادیان کے شب و روز کی معلومات حاصل کی جا سکتیں۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے 1899ء میں آپ کے نام ایک مکتوب میں لکھا:

''مکرمی محترمی اخویم ڈاکٹر رحمت علی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہمیشہ آپ کے ساتھ اور آپ کی جماعت افریقہ کے ساتھ ہو۔ مثل مشہور ہے کہ جس کو لگتی ہے وہی جانتا ہے اور دوسرا کیا جانے۔ امام پاک کے قدموں سے دوری کے سبب جو کچھ آپ کے دل کا حال ہے اس کو مَیں خوب سمجھ سکتا ہوں کیونکہ ایسی اشیاء کے اندازہ کے واسطے میرا دل بھی

ایک پیمانہ ہے، مَیں مانتا ہوں کہ کوئی مضبوط ہو اور وہ ایسے صدموں کو کم فیل (Feel) کرے اور کوئی میرے جیسا کمزور ہو اور وہ ذراسی بات پر سرگردان ہو جائے مگر شارٹ سائیٹ کے چشموں کی طرح ہر ایک شارٹ سائٹڈ دوسرے شارٹ سائٹڈ کے چشموں کو دیکھتے ہی فوراً تاڑ جاتا ہے کہ یہ بھی اس مرض میں میرا ہی ساتھی ہے۔ سو کیا ہوا کہ ہم آپ سے بہت دور ہیں اور ہمیں آپ کی ملاقات اور زیارت سے کوئی وافر حصہ نہیں ملا، بہرحال دل را بدل رہیست اور مَیں خوب سمجھتا ہوں کہ احباب افریقہ کے مخلصین کے قلوب کس جوش میں بھرے ہوئے ہیں، دراصل ملک افریقہ نے ہمارے بہت سے عزیزوں کو ہم سے جدا کیا ہے اور آئے دن ہمارے جگر کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا اور ایسا ٹکڑا وہاں کھینچا جاتا ہے کہ ہماری آنکھیں بھی اُس کے پیچھے پیچھے کھچی ہوئی افریقہ کو چلی جاتی ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے ہماری جماعت کی رونق اور میرا مخلص دوست میاں نبی بخش صاحب ہم سے افریقہ کی خاطر جدا ہوا اور اب پھر ایک صدمہ کے اٹھانے کے واسطے ہمیں تیاری کر لینے کی صدا دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارا جرنیل عبدالرحمٰن خدا اس کو اس کے نام کی طرح عبدالرحمٰن بنائے، ہم سے جدا ہونے والا ہے۔ بارہا دل اس مکرم دوست کے واسطے دردمند ہوتا ہے اور سچے دل سے اس کے واسطے دعا نکلتی ہے کہ خدا اس کے ساتھ ہو اور اس معاملہ میں دین و دنیا کے حسنات اُسے عطا فرماوے، آمین۔ اور ابھی معلوم نہیں کہ اس افریقہ کی خاطر ہمیں اور کس کس سے جدا ہونا پڑے گا شاید کہ اسی واسطے اس کا نام شروع سے افریقہ رکھا گیا تھا کہ یہ ہمارے لئے فراق کا موجب ہوا، بارے فرق اور تفریق اور فراق اس کے نام اور اس کی نیچر میں پایا جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

میں حیران ہوں کہ مَیں کیا لکھنے بیٹھا تھا اور کدھر نکل گیا مگر جب یہ بات درمیان میں آگئی ہے تو مَیں اس بات کے کہے بغیر رک نہیں سکتا کہ ہماری جانیں قربان ہو جائیں اُس پیارے کے نام پر جو احمدؐ کا غلام، پر ہمارا لیڈر آقا ہے کہ اس کی جوتیوں کی غلامی کے طفیل ہمارے سارے دکھ مبدّل بہ راحت ہوگئے اور ہمارے سارے غم مبدّل بہ خوشی ہوگئے، ہمارا ملنا اور جدا ہونا سب خدا کے لئے ہوگیا اور ہمارا سفر اور حضر سب دین کے لئے بن گیا اور ہم خدا کی محبت کے قلعہ میں ایسے آگئے کہ شیطان کا کوئی تیر ہم تک نہیں پہنچ سکتا کہ ہم کو ہم و غم میں ڈالے ......

گزشتہ دو دنوں کے واسطے مجھے توفیق عطا ہوئی تھی کہ مَیں تھوڑی دیر کے واسطے اس پاک سرزمین کی آب و ہوا کے ذریعہ سے اپنی بیماریوں کی مدافعت کے لئے سعی کروں تو آج واپس آکر میں نے سوچا کہ جو میوے اس بہار کے میں لایا ہوں ان کے ساتھ اپنے پیارے رحمت علی کی دعوت کروں تا کہ کسی کی دلی دعا میرے واسطے بھی رحمت کا موجب ہو جائے لیکن انہی دنوں مکرمی مخدومی سید حامد شاہ صاحب حامد کا ایک عنایت نامہ جو میرے نام آیا تھا اس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ دارالامن کے تازہ حالات سے کچھ ہمیں اطلاع دو۔ اس واسطے میں چاہتا ہوں کہ راستہ میں ان کی ملاقات کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچوں اور مجھے امید ہے کہ وہ اس عریضہ کو دیکھ کر بہت ہی جلد آپ کی خدمت میں ارسال فرماویں گے۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 302-303 از حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

اسی عشق و محبت کا نتیجہ تھا کہ اگلے سال پھر آپ چار مہینہ کی رخصت لے کر عازمِ قادیان ہوئے، ایڈیٹر اخبار الحکم لکھتے ہیں:

’’ڈاکٹر صاحب اپنے اخلاص اور رخشندہ نمونہ کی وجہ سے ہماری جماعت میں بہت مشہور ہیں اور تھوڑے آدمی ہوں گے جو آپ کے نام سے واقف نہ ہوں۔ حضرت اقدس کے ہر سلسلہ میں وفاداری کے ساتھ امداد دیتے ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب چار مہینے کی رخصت لے کر امام الزمان کے حضور رہ کر اکتساب فیض کے لئے آنے والے ہیں اس لئے اپنے بھائیوں اور ڈاکٹر صاحب کے دلی احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ 25-اپریل 1900ء تک دارالامان میں ان شاءاللہ پہنچ جائیں گے، ان کے نام خطوط وغیرہ دارالامان ہی میں روانہ کریں۔‘‘

(الحکم 24 مارچ 1900ء صفحہ 6 کالم 2)

دعوت الی اللہ میں ایک خاص طریق آپ نے یہ بھی اپنا رکھا تھا کہ دیگر احباب کے نام اخبار الحکم و بدر جاری کرا دیتے تھے تا کہ حضرت اقدس کے دعاوی، تعلیمات اور ملفوظات ان کے زیر مطالعہ رہیں۔ ایڈیٹر صاحب اخبار بدر لکھتے ہیں:

’’ہمارے مہربان مکرم معظم دوست رحمت علی صاحب بربرا سومالی لینڈ نے افریقہ سے چار اشخاص کے نام البدر جاری کرا دیا ہے۔‘‘

(البدر 21 نومبر 1902ء صفحہ 1 کالم 1)

حضرت اقدس سے عشق و محبت کے اسی جذبہ کی وجہ سے آپ باقاعدگی سے حضور کو خط لکھتے، حضرت اقدس کے جوابات سے بعض اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ اقتباسات حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے اخبار الحکم میں شائع کیے تھے جہاں حضرت ڈاکٹر صاحب کے متعلق لکھا: ’’ڈاکٹر صاحب سلسلہ کے ایک مخلص اور سرگرم فدائی تھے‘‘:

دنیا کی عظیم المنفعت تجارت

’’درحقیقت اس ناپائیدار دنیا میں یہی بڑا فائدہ اور عظیم المنفعت تجارت ہے کہ کوئی ایسی نیکی ہو جس سے اللہ جل شانہٗ راضی ہو جائے اور دنیا کی زندگی میں بجز کھانے پینے اور چند ریاکاری کے کاموں کے اور کیا حاصل ہے؟‘‘

مومن کا ہتھیار دعا ہے

’’اگر تیری راہ میں کوئی دقت آوے تو دعا کے ذریعہ اس کو دور کر۔ اگر دشمن کے ساتھ مقابلہ ہے تو دعا کی تلوار کے ساتھ اس کو کاٹ ڈال۔ اگر دوست کے ساتھ معاملہ ہے تو دعا کی مدد سے اس کو قائم رکھنے کی کوشش کر۔ اگر کسی بھائی سے تو کوئی حرکت ناجائز دیکھتا ہے تو ایسا نہ کر کہ جلد بازی کے ساتھ تو اُس سے توڑ بیٹھے بلکہ حلیمی کے ساتھ علیحدگی میں لے جا کر اُس کو سمجھا اور اس کے آگے نرمی اور عاجزی اختیار کر اور اس کی ملاقات سے پہلے اس کے حق میں بہت دعا کر تا کہ جماعت میں تفرقہ نہ ہو اور یاد رکھ کہ انسانی کمزوریوں سے کوئی خالی نہیں ہر ایک تھوڑا بہت اپنے اندر کمزوریوں کا حصہ رکھتا ہے، چاہئے کہ ہم چشم پوشی سے کام لیں۔ وہ قلعہ جو توپوں اور تفنگوں سے فتح نہیں ہو سکتا اُس کو دعا کے ذریعہ کھول سکتے ہیں اور وہ شیر جو کسی کے قابو نہیں آتا وہ دعا کے ذریعہ قابو کیا جا سکتا ہے۔‘‘

نماز بغیر کیفیت کے کچھ بھی نہیں!

’’نماز میں جو سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کہا جاتا ہے وہ بھی خدا کے جلال ظاہر ہونے کی تمنا ہے، خدا کی ایسی عظمت ہے کہ اس کی نظیر نہ ہو، جو خدا کی عظمت و جلال نہیں کرتے اُن کی نمازیں جھوٹی ہیں اور ان کے سجدے بیکار ہیں جب تک خدا کے لیے جوش نہ ہو صرف منتر جنتر ٹھہریں گے۔ یاد رکھو کوئی جسمانی بات جس کے ساتھ کیفیت نہ ہو فائدہ مند نہیں ہو سکتی جیسا کہ خدا تعالیٰ کو قربانی کے گوشت نہیں پہنچتے ویسے ہی تمہارے رکوع و سجود نہیں پہنچتے جب تک کہ ان کے ساتھ کیفیت نہ ہو۔ خدا کیفیت کو چاہتا ہے۔ خدا اُن سے محبت کرتا ہے جو اس کی عظمت و عزت کے لیے جوش رکھتے ہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ایک باریک راہ سے جاتے ہیں اور کوئی دوسرا ان کے ساتھ نہیں جا سکتا۔‘‘

(الحکم 14 مارچ 1919ء صفحہ 3)

جماعتی سرگرمیاں

آپ ایسٹ افریقہ میں جماعت احمدیہ کے سرکردہ ممبران میں سے تھے، احمدیت کی منادی، مالی معاونت اور تعلیمی و تربیتی جلسوں کے انعقاد میں آپ پیش پیش تھے۔ حضرت منشی محمد افضل صاحب ممباسہ (کینیا) میں احمدیہ جماعت کی سرگرمیوں کی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

’’ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب، ڈاکٹر رحمت علی صاحب اور راقم الحروف نے اپنے اپنے جہازی سفروں میں بذریعہ کتب و کلام وغیرہ مسافران جہاز کو جو کہ مختلف بلاد و امصار کے تھے، (دعوت الی اللہ) کی۔

ہفتہ وار جلسہ کلنڈنی ہسپتال میں باہتمام ڈاکٹر رحمت علی صاحب ہوتا رہا جس میں قرآن کریم سنایا جاتا اور حضرت اقدس کی تصنیفات پڑھی جاتیں اور مسئلہ حیات و وفات مسیح کے مضامین کے متعلق تقریریں ہوتی رہتیں۔

ہم افسوس سے بیان کرتے ہیں کہ جب سے ڈاکٹر رحمت علی صاحب نیروبی تشریف لائے ہیں یہ اہتمام ٹوٹ گیا ہے، اُمید ہے کہ دیگر ممبران اس شاخ (دعوت الی اللہ) کی طرف توجہ کریں گے۔

آج تک تخمیناً چھ ہزار سے زیادہ روپیہ افریقہ کی جماعت کی طرف سے اشاعت سلسلہ، محکم تعلیم، عمارات و فنڈ مساکین وغیرہ میں مختلف طور پر قادیان کی طرف روانہ کیا جا چکا ہے......اس مذکورہ بالا رقم میں بھاری بھاری رقمیں ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب، ڈاکٹر رحمت علی صاحب، سیٹھ احمد الدین صاحب اور محمد ابراہیم و محمد افضل ٹھیکیداران کی ہیں۔‘‘

(الحکم 10-اپریل 1901ء صفحہ 13 کالم 1,2)

جب افریقہ کی ملازمت کا عرصہ گزار کر واپس تشریف لائے تو میانمیر چھاؤنی لاہور میں متعین ہوئے، آپ کے ہندوستان آ جانے کے بعد افریقہ میں آپ کا حلقۂ احباب آپ کی کمی کو محسوس کرتا جس کا ایک اظہار اخبار الحکم کے درج ذیل اعلان سے ہوتا ہے، ایڈیٹر صاحب الحکم لکھتے ہیں:

’’اکثر احباب مندرجہ ذیل احباب کا پتہ پوچھتے ہیں، عام اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے:

ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ درجہ اول گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور

ڈاکٹر رحمت علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ 11 بنگال لانسرز میانمیر چھاؤنی لاہور‘‘

(الحکم 10 مئی 1901ء صفحہ 15 کالم 2)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

’’اکثر احباب ڈاکٹر رحمت علی صاحب کا پتہ پوچھتے ہیں، کوئی مستقل پتہ ہم نہیں بتا سکتے، ڈاکٹر صاحب نے آسن سول ریلوے سٹیشن سے ہمیں خط لکھا ہے کلکتہ پہنچ کر غالباً کوئی مستقل پتہ وہ دے سکیں۔‘‘

(الحکم 24 ستمبر 1901ء صفحہ 13 کالم 3)

جیسا کہ اوپر آپ کی دعوت الی اللہ اور دعوت الی الحق کا ذکر ہوا ہے، یہ سلسلہ ہندوستان چلے آنے کے بعد بھی بڑے جوش اور جذبے سے جاری رہا، آپ حضرت اقدس مسیح موعود کی پاکیزہ اور پُر معارف تحریرات کی اشاعت میں کوشاں رہتے تھے۔ 1901ء میں آپ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار (ماموں) نذیر احمد وکیل صاحب کو حضرت اقدس کی کتاب ’’اربعین‘‘ اور ایک دوسری کتاب بغرض مطالعہ ارسال کیں اور ساتھ ہی خط میں لکھا:

’’اگرچہ آپ کو اس دنیا سے بہت کم فرصت ہوگی مگر صرف خدا کے لئے کچھ وقت دے کر آپ ان دو رسالوں کو جو میں آپ کو بھیجتا ہوں، ضرور پڑھیے مگر غور سے۔ یہ ہمارے مسیح موعود کے دعوے کے نشانات اور طریق فیصلہ پر مبنی ہیں، آپ خدا کے لئے تھوڑا وقت نکال کر ان کو پڑھیں۔ دنیا کے

باقی صفحہ 6 پر

سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل ☆ ڈھونڈو اسی کو یارو! بتوں میں وفا نہیں

خدا کی ذات نور ہے اور اس کی محبت سرچشمۂ نجات ہے

مکرم مقصود احمد ریحان صاحب

انسان کی پیدائش کی اصل غرض خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبت کا حصول ہے۔ خدا سے ڈرنا خدا کی معرفت کی ایک ابتدائی منزل ہے جبکہ اس کی انتہا عشقِ حقیقی ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

’’انسانی رُوح کی فطرت میں یہ شہادت موجود ہے کہ اس کا خدا پیدا کنندہ ہے پس رُوح کو اپنے پیدا کنندہ سے طبعاً و فطرتاً محبت ہے اس لئے کہ وہ اسی کی پیدائش ہے اور اسی کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰہِ ...... حدیث یوں ہے یعنی روح کا خدائے واحد لاشریک کا طلبگار رہنا اور بغیر خدا کے وصال کے کسی چیز سے سچی خوشحالی نہ پانا یہ انسانی فطرت میں داخل ہے یعنی خدا نے اِس خواہش کو انسانی رُوح میں پیدا کر رکھا ہے جو انسانی رُوح کسی چیز سے تسلّی اور سکینت بجز وصالِ الٰہی کے نہیں پا سکتی۔‘‘

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20، صفحہ 364)

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندے سے ماں سے بھی کئی گنا زیادہ پیار کرتا ہے۔ دنیاوی رشتوں میں پیار اور محبت کی سب سے اعلیٰ اور ارفع مثال یا نمونہ ماں کی اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے جس کا مقابلہ کوئی دوسری دنیاوی محبت نہیں کر سکتی۔ ماں اگر کسی بات پر اپنے بچے سے ناراض بھی ہو جائے اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کرے یا مار بھی لے تو پھر بچے کے رونے پر خود ہی اسے اپنے ساتھ چمٹاتی بھی ہے اور اتنا ہی زیادہ پیار بھی کرتی ہے۔ اسی طرح اگر بچہ کسی بات پر منہ پھلا لے اور کسی چیز کیلئے ضد کرے تو حیلوں بہانوں سے اسے مناتی ہے اور بعض اوقات کوئی اور چیز اسے دے کر خوش کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

’’ایک بچہ جب بھوک سے بیتاب ہو کر دودھ کے لئے چلاتا اور چیختا ہے، تو ماں کے پستان میں دُودھ جوش مار کر آ جاتا ہے۔ بچہ دُعا کا نام بھی نہیں جانتا، لیکن اُس کی چیخیں دُودھ کو کیونکر کھینچ کر لاتی ہیں؟ اس کا ہر ایک کو تجربہ ہے بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ مائیں دُودھ کو محسوس بھی نہیں کرتیں، مگر بچہ کی چلاہٹ ہے کہ دُودھ کو کھینچے لاتی ہے۔ تو کیا ہماری چیخیں جب اللہ تعالیٰ کے حضور ہوں، تو وہ کچھ بھی نہیں کھینچ کر لا سکتیں؟ آتا ہے اور سب کچھ آتا ہے۔ مگر آنکھوں کے اندھے جو فاضل اور فلاسفر بنے بیٹھے ہیں وہ کچھ بھی دیکھ نہیں سکتے۔ بچہ کو جو مناسبت ماں سے ہے اس تعلق اور رشتہ کو انسان اپنے ذہن میں رکھ کر دُعا کی فلاسفی پر غور کرے تو وہ بہت آسان اور سہل معلوم ہوتی ہے۔ دوسری قسم کا رحم یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک رحم مانگنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ مانگتے جاؤ گے، ملتا جائے گا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن:61) کوئی لفاظی نہیں بلکہ یہ انسانی سرشت کا ایک لازمہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 82)

آپ کو جو بھی پریشانی یا مسئلہ ہے، اپنے خالقِ حقیقی سے کہہ کر تو دیکھیں۔ وہ لوگ جو خدا کی شکایت کرتے رہتے ہیں کہ خدا نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ اگر خدا ان کو ہدایت نہ دے تو آہستہ آہستہ وہ مذہب اور خدا دونوں سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بندے کا کام ہے خدا کو راضی کرنا، خواہ اس کے لئے کتنے ہی پاپڑ کیوں نہ بیلنے پڑیں۔ سچے دل سے، نیک نیتی کے ساتھ کی گئی کوشش جلدی رنگ لے آتی ہے۔ ہمارا کام اس سے مانگنا ہے، اس کی مرضی جلدی دے یا دیر سے۔ دے یا پھر نہ دے۔ خدا تعالیٰ نے خود قرآنِ کریم میں اس راز سے پردہ اُٹھایا ہے کہ اُسے راضی کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ’’قل ان کنتم ......‘‘ (آل عمران:32) اگر خدا تمہارا محبوب ہے تو اس کی محبت حاصل کرنے کے لئے اس کے محبوب کو اپنا محبوب بنا کر ویسا ہی بننا ہوگا جیسا وہ ہے اور سچی محبت کا یہی اصول ہے کہ اپنے محبوب کی کوئی بات ٹالی نہیں جا سکتی۔ حضرت مسیح موعود اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’یعنی تم ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ اور تمہارے گناہ بخش دیئے جاویں، تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری (یعنی آنحضور ﷺ کی) اطاعت کرو۔ کیا مطلب کہ میری پیروی ایک ایسی شے ہے جو رحمت الٰہی سے نامید ہونے نہیں دیتی۔ گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اسی صورت میں سچا اور صحیح ثابت ہوگا کہ تم میری پیروی کرو۔ اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے کسی خود تراشیدہ طرز ریاضت و مشقت اور جپ تپ سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور قرب الٰہی کا حق دار نہیں بن سکتا۔ انوار و برکات الٰہیہ کسی پر نازل نہیں ہو سکتیں جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں نہ کھو جائے اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت میں گم ہو جاوے اور آپ کی اطاعت اور پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وارد کر لے۔ اس کو وہ نور ایمان، محبت اور عشق دیا جاتا ہے جو غیر اللہ سے رہائی دیتا ہے اور گناہوں کی رستگاری اور نجات کا موجب ہوتا ہے۔ اسی دنیا میں وہ ایک پاک زندگی پاتا ہے اور نفسانی جوش و جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے نکال دیا جاتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ 426)

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔ عبادت کیا ہے؟ عبادت محبت کی معراج ہے۔ محبت جب عروج کو پہنچتی ہے تب عبادت میں ڈھل جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود عبادت کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت، کجی کو دُور کر کے دل کی زمین کو ایسا صاف بنا دے، جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے۔ عرب کہتے ہیں مور معبد جیسے سُرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر، ناہمواری نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا رُوح ہی رُوح ہو۔ اس کا نام عبادت ہے؛ چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی جاوے، تو اس میں شکل نظر آ جاتی ہے اور اگر زمین کی کی جاوے، تو اس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر، پتھر نہ رہنے دے، تو اس میں خدا نظر آئے گا۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درخت اُس میں پیدا ہو کر نشو و نما پائیں گے اور وہ اثمار شیریں و طیب ان میں لگیں گے۔ جو اکلھاد ائم (الرعد:32) کے مصداق ہوں گے۔ یاد رکھو کہ یہ وہی مقام ہے، جہاں صُوفیوں کے سلوک کا خاتمہ ہے۔ جب سالک یہاں پہنچتا ہے، تو خدا ہی کا جلوہ دیکھتا ہے۔ اس کا دل عرش الٰہی بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس پر نزول فرماتا ہے۔ سلوک کی تمام منزلیں یہاں آ کر ختم ہو جاتی ہیں کہ انسان کی حالتِ تعبد درست ہو، جس میں رُوحانی باغ لگ جاتے ہیں اور آئینہ کی طرح خدا نظر آتا ہے۔ اسی مقام پر پہنچ کر انسان دُنیا میں جنت کا نمونہ پاتا ہے اور یہاں ہی ھذا الذی رزقنا ...... (البقرہ:26) کہنے کا حظ اور لُطف اُٹھاتا ہے۔ غرض حالتِ تعبد کی درستی کا نام عبادت ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 347)

لیکن یہ انتہائی مرحلہ خدا کی معرفت اور اس کے حسن و احسان کے شعور کی منازل طے کرنے کے بعد آتا ہے۔ اسی لئے خدا نے اس سفر کو دوطرفہ بنایا ہے۔ بندے کو ابھی اس کی ذات کا حقیقی عرفان حاصل نہیں لیکن وہ خواہ خوف سے، خواہ کسی اور وجہ سے اس کی عبادت کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں خدا بھی اپنے بندے سے محبت کرتا ہے اور اس محبت کی تپش بندے کے دل پر اثر کر کے اس کے دل میں بھی خدا کی محبت کی ایسی چنگاری روشن کرتی ہے جو وقت گزرنے کیساتھ ساتھ پھیلتی جاتی ہے۔ یعنی عبادت اور محبت کا یہ تعلق دوطرفہ ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

’’بخاری میں ایک حدیث ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت کا رابطہ پیدا کر لیتا ہے، خدا تعالیٰ اس کے اعضاء ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتیٰ کہ اُس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب انسان جذباتِ نفس سے پاک ہو جاتا ہے اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے۔ اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک فعل خدا کے منشاء کے موافق ہوتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خدا تعالیٰ اُسے اپنا فعل ہی قرار دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 117)

ایک اور جگہ حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ سے محبت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے جو وصال الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ وجہ یہ کہ کوئی محبّ اپنے محبوب سے جدا نہیں رہ سکتا۔ اور چونکہ خدا خود نور ہے اس لئے اس کی محبت سے نورِ نجات پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت ذاتی انسان کی محبت ذاتی میں ایک خارق عادت جوش بخشتی ہے۔ اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہو کر بقاباللہ کا نور پیدا ہو جاتا ہے۔‘‘

(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20، صفحہ 364)

محبت میں ایک لذت پائی جاتی ہے۔ لیکن انسان جتنا مرضی دنیا سے یا دنیاوی اشیاء سے محبت کر لے، اصل لذت صرف خدا تعالیٰ کی محبت میں ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

’’دراصل سچی لذت اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا اور کسی شے میں نہیں ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ دوسری چیزوں سے محبت کرنے والے آخر اپنی حالت سے توبہ کرتے اور گھبراتے اور اضطراب دکھاتے ہیں۔ مثلاً ہر ایک فاسق اور بدکار سزا کے وقت اور پھانسی کے وقت اپنے فعل سے پشیمانی ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کو ایسی استقامت عطا ہوتی ہے کہ وہ ہزار ایذائیں دیئے جائیں، مارے جائیں، قتل کئے جائیں، وہ ذرہ جنبش نہیں کھاتے۔ اگر وہ شے جو انہوں نے حاصل کی ہے اصل نہ ہوتی اور فطرتِ انسانی کے ٹھیک مناسب نہ ہوتی، تو کروڑوں موتوں کے سامنے ایسے استقلال کے ساتھ وہ اپنی بات پر قائم نہ رہ سکتے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 508-509)

غرض انسان کی نجات اور کامیابی کے لئے

خداتعالیٰ کی معرفت کے بعد سب سے زیادہ ضروری شے اس کی محبت کا حصول ہے۔ جب انسان خدا سے محبت کے مدارج طے کرتا ہے تو پھر اس سے متعلقہ ہر چیز سے پیار ہو جاتا ہے۔خدا سے محبت کے نتیجے میں اس کی مخلوق سے بھی پیار ہو جاتا ہے۔ ہمدردی خلق کا جذبہ ابھرتا ہے اور انسان سراپا محبت ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی زندگی اس بات کا عملی نمونہ بن جاتی ہے کہ ''محبت سب کے لئے۔نفرت کسی سے نہیں''۔ پھر بندے کو ہر چیز میں اپنا محبوب یعنی خدا نظر آنے لگتا ہے کیونکہ ہر چیز خداتعالیٰ نے پیدا کی ہے اور ہر چیز میں اس کی کوئی نہ کوئی صفت جلوہ گر ہے۔ بندہ جوں جوں خدا سے محبت میں ترقی کرتا ہے، خداتعالیٰ کی جوابی محبت اس کے وجود کو ڈھانپتی چلی جاتی ہے اور وہ خدا کا پیارا بندہ بن جاتا ہے۔آنحضورﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ کسی بندے کے ساتھ محبت کرتا ہے تو جبرئیلؑ کو پکار کر کہتا ہے کہ اللہ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے۔تو بھی اس سے محبت رکھ۔ یہ سن کر جبرئیلؑ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبرئیلؑ آسمان کے تمام فرشتوں میں منادی کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ محبت کرتا ہے، تم سب بھی اس سے محبت رکھو تو آسمان کے سارے فرشتے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت اہلِ زمین میں بھی اتاردی جاتی ہے یعنی وہ اہلِ زمین میں بھی مقبول اور محبوب ہو جاتا ہے۔حضرت مسیح موعودفرماتے ہیں:

''معرفت کے بعد بڑی ضرورت نجات کے لئے محبت الٰہی ہے۔ یہ بات نہایت واضح اور بدیہی ہے کہ کوئی شخص اپنے محبت کرنے والے کو عذاب دینا نہیں چاہتا بلکہ محبت محبت کو جذب کرتی اور اپنی طرف کھینچتی ہے۔جس شخص سے کوئی سچے دل سے محبت کرتا ہے اس کو یقین کرنا چاہئے کہ وہ دوسرا شخص بھی جس سے محبت کی گئی ہے اس سے دشمنی نہیں کرسکتا بلکہ اگر ایک شخص ایک شخص کو جس سے وہ دل سے محبت رکھتا ہے اپنی اس محبت سے اطلاع بھی نہ دے تب بھی اس قدر اثر تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ شخص اس سے دشمنی نہیں کرسکتا۔ اِسی بناء پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے۔اور خدا کے نبیوں اور رسولوں میں جو ایک قوت جذب اور کشش پائی جاتی ہے اور ہزارہا لوگ ان کی طرف کھینچے جاتے اور ان سے محبت کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان بھی اُن پر فدا کرنا چاہتے ہیں اس کا سبب یہی ہے کہ بنی نوع کی بھلائی اور ہمدردی اُن کے دل میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانوں سے پیار کرتے ہیں اور اپنے تئیں دکھ اور درد میں ڈال کر بھی اُن کے آرام کے خواہشمند ہوتے ہیں۔آخر ان کی سچی کشش سعید دلوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کردیتی ہے پھر جبکہ انسان باوجودیکہ وہ عالم الغیب نہیں دوسرے شخص کی مخفی محبت پر اطلاع پالیتا ہے تو پھر کیونکر خداتعالیٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص محبت سے بے خبر رہ سکتا ہے۔محبت عجیب چیز ہے اس کی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کردیتی ہے۔ سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا اور سچی محبت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اُس کو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قصور کے ساتھ اپنے تئیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کے لئے نہایت بیتاب رہتا ہے اور بُعد اور دُوری کے صدمہ سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مرہی جاتا ہے۔''

(چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد20 صفحہ 42-43)

پس ہمیں چاہئے کہ سب سے پہلے خداتعالیٰ کی ذات پر غور کریں اور اس کی ذات کا عرفان حاصل کریں۔عرفان کا لازمی نتیجہ اس رحیم وکریم خدا سے محبت کی صورت میں نکلے گا۔ اگرچہ سچی محبت کے مدارج طے کرنے میں وقت تو لگتا ہے لیکن جب سچی محبت ہو جاتی ہے تو پھر مستقل قائم رہتی ہے۔ خداتعالیٰ کی ذات لامحدود، کامل اور عیوب سے پاک ہے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ دنیاوی محبتوں کی طرح کسی وقت اُس کی محبت سے دل بھر جائے۔ خدا نے انسان کو گناہ سے روکنے کیلئے اپنا خوف دلایا ہے۔لیکن اس کا منشا ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم اس کے خوف سے گناہوں سے بچیں۔خداتعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کی تمام صفات پر غور کریں اور ان کو اپنائیں۔اس کے نتیجے میں انسان اور خدا کی باہمی محبت پیدا ہو جاتی ہے جس کا لازمی اور طبعی نتیجہ انسان کے گناہوں سے بچنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کی صورت میں نکلتا ہے۔

بقیہ از صفحہ 4 حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب

دھندے ہوتے ہی رہیں گے اور جاتی دفعہ سب کے سب یہیں رہ جائیں گے مگر یہ الٰہی تجارت ابدی سکھ کا باعث ہوگی۔''

(اخبار الحکم 30 جون 1901ء صفحہ 9,10)

اس خط کے جواب میں نذیر احمد صاحب نے اخبار ''چودھویں صدی'' میں مضمون شائع کرا دیا جسے دیکھ کر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے ''ڈاکٹر رحمت علی صاحب اور وکیل نذیر احمد صاحب کی خط و کتابت پر ایک نظر'' کے عنوان سے مختلف قسطوں میں ایک مضمون لکھا جو اخبار ''الحکم'' میں شائع ہوا، اس مضمون میں حضرت مولوی صاحب نے حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب کے متعلق جو فقرات رقم فرمائے ہیں اُن میں سے بعض ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

''برادر عزیز ڈاکٹر رحمت علی صاحب نے اس کامل مومن اور عاشق صادق کی طرح اپنے ماموں صاحب کو (دعوت الی اللہ) کی اور اربعین بھیجی کہ جس کے نزدیک اُس کا اپنا وجدان اور شعور اور احساس ہی براہین قاطعہ کے قائم مقام معلوم ہوتا اور وہ اپنے محبوب و معشوق کی ہر ادا اور آن میں لانظیر حسن اور لاشریک یکتائی کے غیر منتہی مثائل اور دلائل دیکھتا ہے اور اپنے پیارے کا منہ دیکھتے ہی چلا اُٹھتا اور دوسروں کو...... کہتا ہے لوگو بتاؤ تو کیا یہ منہ جھوٹے کا مُنہ ہوسکتا ہے۔ میرے عزیز بھائی ڈاکٹر صاحب نے جس نگاہ سے اربعین کو دیکھا ہے اُس کا اندازہ میرا ہی قلب کرسکتا ہے۔''

''میں ڈاکٹر صاحب کو خوب جانتا ہوں، وہ دانشمند، زکی طبع، بات کی تہہ کو پہنچنے والے اور موقعہ شناس نوجوان ہیں۔ وہ پابند شرع، نمازوں کو ٹھیک درست رکھنے والے اور خدا کے تمام احکام کی استطاعت کے موافق تعمیل کرنے والے ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ مجھے اس بات سے روکتا ہے کہ میں اُن کی طرف کسی فضول بات اور عبث حرکت کو نسبت کروں۔''

(الحکم 30 جون 1901ء صفحہ 9,10)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جیسے عظیم المرتبت بزرگ کے قلم سے آپ کے حق میں اس قسم کے فقرات آپ کی نیک اور تقویٰ پسند طبیعت کو ظاہر کرتے ہیں۔

2-اگست 1901ء کو جمعۃ المبارک کا دن تھا، آپ خدمت اقدس میں قادیان حاضر ہوئے، ملفوظات میں آپ کی اس حاضری کا ذکر محفوظ ہے، لکھا ہے:

''آج جمعہ کا دن ہے، صبح آٹھ بجے ڈاکٹر رحمت علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ چھاؤنی میاں میر تشریف لائے....

اس کے بعد ڈاکٹر رحمت علی صاحب نے اپنا ایک خواب عرض کیا کہ کسی نے اعتراض کیا کہ مسیح کی نسبت آیا ہے وہ بہت مال دے گا! میں نے اس کو کہا کہ کس قدر مال اس نے دیا ہے کوئی لینے والا بھی ہو، دس ہزار ایک کتاب کے ساتھ ہے، پانچ سو ایک کے ساتھ ہے وغیرہ۔حضرت اقدس نے فرمایا:

ہاں درست ہے مگر قرآن شریف کو خداتعالیٰ نے خیر کہا ہے چنانچہ فرمایا پس قرآن شریف معارف اور علوم کے مال کا خزانہ ہے۔ خداتعالیٰ نے قرآنی معارف اور علوم کا نام بھی مال رکھا ہے، دنیا کی برکتیں بھی اسی کے ساتھ آتی ہیں۔''

...... پھر ڈاکٹر رحمت علی صاحب کچھ اپنے مقامی حالات سناتے رہے اور گورنمنٹ انگلشیہ کا ذکر کرتے رہے کہ اس نے فوجوں میں نماز اور اپنے مذہب کی پابندیوں کے لیے پورا وقت اور فرصت دے رکھی ہے بشرطیکہ کوئی کرنے والا ہو۔ ہر مذہب کے لوگوں کے لیے ایک ایک مذہبی پیشوا مقرر کر رکھا ہے اور نماز کے اوقات میں کوئی کام نہیں رکھا......''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 529-531)

حضرت اقدس مسیح موعود اپنے ایک اشتہار ''من انصاری الی اللّٰہ'' محررہ 4-اکتوبر 1899ء میں اپنی جماعت کے چند مخلصین کے ذکر میں آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''ان کے سوا اور بھی مخلص ہیں جنہوں نے حال میں ہی بیعت کی ہے جیسا کہ ان دنوں میں حِبّی فی اللہ ڈاکٹر رحمت علی صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ ممباسہ جو ہزارہا کوس سے اپنا اخلاص ظاہر کر رہے ہیں اور انھوں نے اور ان کے دوستوں نے ممباسہ ملک افریقہ سے اپنی مالی امداد سے بہت سا ثواب حاصل کیا ہے۔اور ڈاکٹر صاحب پر امید ہے کہ وہ آئندہ بھی بہت توجہ سے خود اور اپنی جماعت سے یہ نصرت دین کا کام لیں گے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 159)

مکرم محمد انیس صاحب دیالگڑھی

پکا کوٹ یا صبغۃ اللہ

محترم بزرگوار م عبدالوہاب آدم صاحب بھی اللہ کو پیارے ہوئے۔

بہت بڑے عالم ایک ملک کے نیشنل امیر، اپنے ملک بلکہ پورے براعظم افریقہ میں بڑا مقام اور رتبہ رکھنے والے بزرگ اور پھر اس حوالہ سے پوری دنیا میں بھی شہرت اور نیک نامی کے مالک۔ مگر بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ فقیروں کی طرح پھرتے تھے اور ہر کسی کو ایسے ملتے گویا وہ ملنے والا ان سے کہیں بہتر ہے یعنی

''بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں''

والا معاملہ تھا۔ اس وجہ سے انجام بھی بخیر ہوا اور دارالوصال میں دخل ہوا۔

ایک واقعہ جو وہ خود سنایا کرتے تھے اور بار بار اور ہر جگہ سنایا کرتے تھے۔ خاکسار کو بھی ان کی زبانی یہ واقعہ سننے کا موقع ملا اور یہ واقعہ سناتے وقت ان پر ایک عجیب جذب و مستی اور لطف و کیف کی حالت طاری ہوتی اور واقعہ سنانے کے بعد سب سے زیادہ لطف بھی وہ خود ہی اٹھایا کرتے تھے۔ وہ واقعہ یوں ہے کہ ساٹھ کی دہائی میں آپ یعنی عبدالوہاب آدم صاحب۔ مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب کے ساتھ قادیان گئے۔ قادیان میں ایک دن جبکہ آپ گلی میں کھڑے تھے یا گزر رہے تھے۔ تو ان کو دیکھ کر دو سکھ آپس میں بحث کرنے لگے بحث کے دوران وہ آپ کو بھی دیکھتے جاتے تھے۔ اچانک ان میں سے ایک شخص مولانا عبدالوہاب آدم صاحب کی طرف بڑھا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر رگڑنے لگا اور اچھی طرح رگڑنے کے بعد اس نے دوسرے سے کہا کہ

''میں نہیں کہتا تھا کہ یہ پکا کوٹ ہے'' یہ واقعہ سنانے کے بعد مکرم عبدالوہاب آدم صاحب کی اپنی کیفیت تقریباً لوٹ پوٹ ہوجانے والی ہوجاتی تھی اور ذرہ برابر بھی احساس کمتری دیکھنے میں نہیں آتا تھا۔ بلکہ خود سب سے زیادہ حظ اٹھاتے تھے۔

پنجابی کے صوفی شاعر میاں محمد بخش صاحب نے کہا تھا کہ

کچا رنگ للّاری والا
چڑھدا لہندا رہندا
عشق ترے دا رنگ محمد
چڑھایاں کدی نہ لہندا

حقیقت یہ ہے کہ ان کے فانی جسم پر ہی پکا کوٹ نہیں تھا بلکہ ان کی روح پر بھی عشق و محبت، وفا و جاں نثاری اور اطاعت و وفاداری کا پکا کوٹ اور گہری چھاپ تھی۔ جس پر کوئی موسم اثر نہیں کرتا اور کوئی حادثہ اس کو فنا نہیں کرسکتا۔

اسی عشق و محبت کے رنگ اور تقویٰ کے زیور سے آراستہ و پیراستہ آپ خدا کے حضور حاضر ہوئے۔

رنگ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور، ہے یہی دیں کا سنگار

اطلاعات واعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

ولادت

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے خاکسار کے بھتیجے مکرم ڈاکٹر عطاء النصیر صاحب اوران کی اہلیہ مکرمہ ڈاکٹر عطیۃ الرحمٰن صاحبہ مقیم ناروے کو 26/اکتوبر 2014ء کوایک بیٹے کے بعد پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔جس کا نام مِرّہ علین تجویز ہوا ہے۔ نومولودہ برادرم مکرم اظہر احمد صاحب کی پوتی، مکرم شیخ نعیم الدین صاحب بہاولپور کی نواسی اور مکرم عبدالمنان صاحب خوشاب و مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب حیدر آباد کی نسل سے ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولودہ کوصحت وعمر والی زندگی ، والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور خادمہ دین بنائے۔آمین

ولادت

مکرم عتیق احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ ضلع مظفرگڑھ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے چھوٹے بھائی مکرم مفتاح الفتح و بھابھی مکرمہ امۃ الشافی صاحبہ حال مقیم ملائشیا کو مورخہ 15/اکتوبر 2014ء کو اللہ تعالیٰ نے پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام ہشام احمد تجویز ہوا ہے۔نومولود مکرم ڈاکٹر شبیر احمد صاحب سابق صدر جماعت نورنگر سندھ کا پوتا،مکرم انیس احمد ندیم صاحب نیشنل صدر و مربی انچارج جاپان کا بھتیجا اور مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب مرحوم کھاریاں کا نواسہ ہے۔احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو نیک، صالح اور خادم دین بنائے۔آمین

تقریب تقسیم انعامات

مکرم پروفیسر افتخار احمد خان صاحب سیکرٹری تعلیم ضلع حیدر آباد تحریر کرتے ہیں۔

حیدر آباد کے چار حلقہ جات کے آٹھویں جماعت تک کے ان طلباء جنہوں نے اپنی کلاس میں پوزیشن حاصل کی۔حوصلہ افزائی کے لئے 21 ستمبر 2014ء کو صبح 10 بجے تقریب تقسیم انعامات منعقد ہوئی۔ میٹرک اور انٹر کے وہ بچے اور بچیاں جنہوں نے A1 گریڈ حاصل کیا ان کو بھی انعامات دیئے گئے۔تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد طلباء کو بیت الظفر لطیف آباد میں مکرم امیر صاحب ضلع نے انعامات تقسیم کئے جبکہ طالبات کو صدر صاحبہ لجنہ مقامی نے اپنے گھر میں تقریب کر کے انعامات دیئے۔ ہر دو تقریبات میں 33 بچے اور بچیوں نے انعامات وصول کئے۔ کل حاضری 69 تھی۔ حاضرین کو ریفریشمنٹ بھی پیش کی گئی۔ بعد دعا تقریبات اختتام پذیر ہوئیں۔اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ایسی تقریبات اس سے بہتر رنگ میں منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سانحہ ارتحال

مکرم عبدالمجیب خان ایڈووکیٹ صاحب ناصر آباد جنوبی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میری والدہ مکرمہ حمیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم عبدالرزاق خان صاحب ساکن ناصر آباد جنوبی ربوہ مورخہ 22/اکتوبر 2014ء کو وفات پاگئیں۔آپ حضرت چوہدری عبدالحی خان صاحب کاٹھگڑھی رفیق حضرت مسیح موعود کی بہو تھیں آپ کی نماز جنازہ بیت المبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ نے پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد مکرم کرامت اللہ خادم صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔ مرحومہ نے سوگواران میں اپنے خاوند کے علاوہ تین بیٹے اور 5 بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا انہیں اپنا قرب عطا کرے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔آمین

درخواست دعا

مکرمہ ذکیہ رفیق صاحبہ اہلیہ مکرم محمد رفیق جنجوعہ صاحب حلقہ فیکٹری ایریا احمد ربوہ تحریر کرتی ہیں۔

خاکسار کے ابا جان محترم محمد صدیق پٹواری صاحب آف کھرپا حال چونڈہ دل کی دھڑکن کم ہونے کی وجہ سے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں داخل ہیں۔ 30/اکتوبر 2014ء کو پیس میکر لگایا جائے گا۔احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ابا جان کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ہر قسم کی پیچیدگیوں سے بچائے۔آمین

اسی طرح خاکسار کی بڑی بہو مکرمہ بینش ثاقب صاحبہ اہلیہ مکرم احمد ظہیر ثاقب صاحب قائد خدام الاحمدیہ مجلس پشاور روڈ راولپنڈی کے سر میں شدید تکلیف تھی۔گزشتہ ماہ کراچی کے ایک ہاسپٹل سے ریڈی ایشن کروائی گئی ہے لیکن اب بھی سر میں اکثر شدید درد رہتا ہے۔احباب سے کامل شفایابی اور پیچیدگیوں سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے پروگرام (پاکستانی وقت کے مطابق)

پروگراموں میں 20,15 منٹ کی کمی بیشی یا تبدیلی کی جاسکتی ہے

11 نومبر 2014ء

1:00 am	صومالیہ سروس
1:30 am	راہ ہدیٰ
3:00 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 2014ء
4:15 am	علم الابدان
5:00 am	عالمی خبریں
5:20 am	تلاوت قرآن کریم
	درس ملفوظات
5:50 am	الترتیل
6:15 am	پیس کانفرنس
7:45 am	کڈز ٹائم
8:15 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جنوری 2009ء
9:30 am	روحانی خزائن کوئز
10:00 am	لقاء مع العرب
11:00 am	تلاوت قرآن کریم
	درس حدیث
11:30 am	یسرنا القرآن
12:00 pm	گلشن وقف نو
12:55 pm	الف۔اردو
1:05 pm	ایم ٹی اے ورائٹی
1:30 pm	آسٹریلین سروس
2:00 pm	سوال وجواب
3:00 pm	انڈونیشین سروس
4:00 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 2014ء (سندھی ترجمہ)
5:10 pm	تلاوت قرآن کریم
	درس حدیث
5:30 pm	یسرنا القرآن
6:00 pm	ریئل ٹاک
7:00 pm	Shotter Shondhane
8:00 pm	سپینش سروس
8:15 pm	عصر حاضر
9:40 pm	آداب زندگی
10:35 pm	یسرنا القرآن
11:00 pm	عالمی خبریں
11:20 pm	گلشن وقف نو

12 نومبر 2014ء

12:30 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 2014ء (عربی ترجمہ)
1:35 am	ایم ٹی اے ورائٹی
1:55 am	آسٹریلین سروس
2:20 am	سید الشہداء حضرت امام حسینؓ
3:00 am	عصر حاضر
4:00 am	سوال وجواب
5:05 am	عالمی خبریں
5:20 am	تلاوت قرآن کریم
5:50 am	یسرنا القرآن
6:20 am	گلشن وقف نو خدام الاحمدیہ
7:30 am	ایم ٹی اے ورائٹی
7:45 am	نور مصطفویؐ
8:00 am	آسٹریلین سروس
8:25 am	سید الشہداء حضرت امام حسینؓ
9:05 am	آداب زندگی
9:55 am	لقاء مع العرب
11:00 am	تلاوت قرآن کریم
	درس ملفوظات
11:30 am	الترتیل
12:00 pm	حضور انور کا خطاب بر موقع جلسہ سالانہ یوکے 2009ء
1:00 pm	ریئل ٹاک
1:45 pm	سوال وجواب
3:00 pm	انڈونیشین سروس
4:05 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 2014ء
5:15 pm	تلاوت قرآن کریم
5:30 pm	الترتیل
5:55 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 2010ء
7:10 pm	Shotter Shondhane
8:15 pm	دینی وفقہی مسائل
8:50 pm	کڈز ٹائم
9:30 pm	فیتھ میٹرز
10:35 pm	الترتیل
11:00 pm	عالمی خبریں
11:20 pm	حضور انور کا خطاب بر موقع جلسہ سالانہ یوکے

دورہ انسپکٹر روزنامہ الفضل

مکرم احمد حسیب صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت ،وصولی واجبات اور اشتہارات کیلئے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے دورہ پر ہیں۔ احباب جماعت واراکین عاملہ اور مربیان کرام سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔

مکرم رفیع احمد رند صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت ،وصولی واجبات اور اشتہارات کیلئے ضلع سیالکوٹ کے دورہ پر ہیں۔ احباب جماعت واراکین عاملہ اور مربیان کرام سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔

(مینیجر روزنامہ الفضل)

☆☆☆☆☆☆☆☆

لاہور کے بارہ دروازے

لاہور شہر کی قدیم یادگاریں اس کے شاندار اور روشن ماضی کی گواہ اور علامت ہیں۔اس شہر کی بیرونی ہیئت تبدیل ہوتی رہی ہے۔ایک زمانے میں کبھی اس شہر کے گرد کوئی دیوار نہیں تھی ، پھر اس کے گرد دوہری دیوار بنائی گئی ۔انگریزی عہد میں حفاظتی اور دوہری دیواروں کو گرا کر نئے سرے سے پختہ دیواریں بنائی گئیں۔ لاہور کے بارہ دروازے اور ایک موری ہے۔ان دروازوں کے بارے میں مختصر کوائف درج ہیں۔

دہلی دروازہ

یہ گیٹ مشرق کی جانب واقع ہے یہ لاہور کے مشہور دروازوں میں شمار ہوتا ہے اس گیٹ کا رخ دہلی کی طرف ہے۔ آمدورفت کے اعتبار سے یہ گیٹ بہت مصروف رہتا ہے اس کے بالکل سامنے لنڈا بازار واقع ہے ریل پر سوار ہونے کے لئے لوگ اس گیٹ سے ہو کر گزرتے ہیں ایک سیدھی سڑک قلعے کو بھی جاتی ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ دروازہ مصروفیات کے اعتبار سے سب سے بارونق خیال کیا جاتا تھا اس میں بہت سی تاریخی عمارتیں، گلیاں اور بازار ہیں ۔ ہندوؤں کا متبرک مقام شوالہ بابا بھاکر گرواسی جگہ واقعہ ہے۔یہ مندر پختہ ہے اور خوبصورتی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔اس کے کلس پر طلائی کام بہت خوشنما ہے۔ دلانوں کے ساتھ قعطات اور کوٹھڑیاں ہیں ۔ہندو بھی یہاں عبادت کیلئے آتے تھے۔اس دروازے میں مسجد وزیر خان بھی ہے جس کو لاہور کا فخر کہا جا سکتا ہے سینکڑوں سال سے نقاشی کے اعلیٰ اور عمدہ نمونے اس کی عظمت کے گواہ ہیں۔

اکبری دروازہ

یہ دروازہ جلال الدین محمد اکبر نے اپنے نام سے تعمیر کروایا تھا اس وقت سے اب تک یہ ان کے نام سے منسوب ہے۔ یہ دروازہ جب بہت خستہ ہو گیا تو اسے انگریز حکومت نے دوبارہ تعمیر کروایا اب یہ دروازہ بھی ختم ہو گیا ہے اس کے بازاروں میں ہر روز کروڑوں روپے کا کاروبار ہوتا ہے اور ملک کے مختلف حصوں سے لوگ خرید و فروخت کیلئے یہاں آتے ہیں۔

موچی دروازہ

اس دروازہ کی حفاظت پر موتی رام مامور تھا۔ جو زندگی کی آخری سانس تک اس گیٹ ہی سے وابستہ رہا۔اس وجہ سے اس کا نام موتی دروازہ رکھ دیا گیا جو بگڑ کر موچی دروازہ بن گیا۔ سیاسی اجتماعات کے لئے یہ بہت مشہور گیٹ ہے کسی زمانے میں یہاں سیاسی جلسے اور جلوس ملک کی سیاسی حیثیت کو تبدیل کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتے تھے۔تحریک پاکستان میں بھی اس گیٹ کا کردار ناقابل فراموش ہے۔

شیرانوالہ دروازہ

دریائے راوی کبھی شہر کی دیواروں کے ساتھ ساتھ بہتا تھا۔حضرت خواجہ خضر کو امیر البحر بھی کہا جاتا ہے اور انہیں پانیوں سے خاص نسبت ہے اس وجہ سے اس دروازے کا نام خضری گیٹ پڑ گیا۔ جب رنجیب سنگھ حکمران بنا تو اس نے گیٹ کی حفاظت پر دو شیروں کا جوڑا پنجروں میں بند کر کے مامور کر دیا اس وجہ سے اس کا نام شیرانوالہ دروازہ پڑ گیا۔اس دروازہ کے ساتھ ایک سکول میں حضرت مسیح موعود کا مضمون اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھا گیا۔جو سب مضمونوں سے بالا رہا۔

شاہ عالمی دروازہ

یہ اورنگ زیب عالمگیر کے بیٹے شاہ عالم بادشاہ کے نام سے منسوب ہے پہلے اس کا نام کچھ اور تھا یہ اس شہر میں عالمگیر کے رونق افروز ہونے کی یادگار ہے۔ یہاں کی مارکیٹوں میں روز تھوک کا کروڑوں اربوں روپے کا کاروبار ہوتا ہے یہ بھی لاہور کے مشہور دروازوں میں سے ایک ہے۔

لوہاری دروازہ

یہ لاہور شہر کا خاص دروازہ ہے جس کا نام غلط العام ہو کر لاہوری دروازے سے لوہاری گیٹ بن گیا ہے۔محمود غزنوی نے جب راجہ جے پال کو شکست دی تو وہ لاہور ہی محصور ہوا۔ یہ شہر اقتدار کی جنگ میں تہہ و بالا ہو گیا تو سب سے پہلے محمود غزنوی نے اس دروازے میں آبادی بسائی۔ یہ سب سے قدیم اور بوسیدہ دروازہ ہے۔ اس دروازے کے بالکل سامنے سڑک کو عبور کر کے جائیں تو انارکلی بازار ہے جو خرید و فروخت کے لئے نہ صرف پاکستان بلکہ غیر ممالک میں بھی مشہور ہے۔

کشمیری دروازہ

اس گیٹ کا رخ کشمیر کی جانب ہے اس وجہ سے اس کا نام کشمیری دروازہ پڑ گیا ۔ یہاں بھاٹ کی طرح کشمیر قوم آباد ہے جو اب تک اس گیٹ میں موجود ہے۔

روشنائی دروازہ

یہ گیٹ قلعے اور مسجد کے اندر جانے اور باہر آنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔کبھی صرف یہ دروازہ شاہی امراء ، مہمانوں اور سرکاری ملازمین کے لئے استعمال ہوتا تھا شاہی حکم سے گیٹ کے اوپر ہر روز روشنی ہوا کرتی تھی ۔اس باعث اس گیٹ کا نام روشنائی دروازہ پڑ گیا۔

مستی دروازہ

شاہی ملازم مستی بلوچ کے سپرد بادشاہ کے حکم سے اس گیٹ کی حفاظت کی ذمہ داری تھی۔ یہ قدامت پسند اور نیکوکار تھا اس کی وفات کے بعد اس کا نام مستی گیٹ رکھ دیا گیا۔

موری دروازہ

یہ لاہوری اور بھاٹی گیٹ کے درمیان موجود ہے۔فیصل کے کوگوشے میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا ایک اسپ سوار بمشکل اس میں سے گزر سکتا تھا جب راجہ جے پال کافی عرصے تک اس شہر میں ملک ایاز سے لڑتا رہا تو سلطان محمود کی فوج کے لئے اندر جانے کا کوئی راستہ موجود نہیں تھا۔شہر میں داخل ہونے کے لئے اس نے موری دروازے کی دیوار گرانے کا حکم دیا اور شہر میں داخل ہو گیا۔ انگریزوں کے عہد میں اس دروازے کو کچھ بڑا کر دیا گیا۔

ٹکسالی دروازہ

اس دروازے کے شمال میں ایک ٹکسالی ہوا کرتی تھی۔ ایک عالی شان مکان میں شاہی خزانے کے لئے مہریں اور سکے ڈھالے جاتے تھے اس گیٹ پر مسجد ٹکسالی بھی موجود ہے۔ جس پر کانسی کا کام نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے جب بارش ہوتی ہے تو کانسی پر نقش و نگار جھلمل جھلمل کرتے نظر آتے ہیں۔

ذکی دروازہ

روایت ہے کہ یہاں ایک بزرگ کا مزار ہے جس کا سر گیٹ کے اندر اور دھڑ باہر دفن ہے یہاں لوگ چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں۔ اسے ذکی کی بجائے یکی دروازہ پکارا جاتا ہے۔

بھاٹی دروازہ

یہ دروازہ لاہور کے مشہور دروازوں میں شمار ہوتا ہے جو ملک ایاز کے زمانے سے آباد چلا آ رہا ہے۔ جب محمود غزنوی نے راجہ جے پال کو شکست دی تو یہاں پر آباد بھاٹ (بھٹی) قوم نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اس دروازے کو ہمارے نام سے موسوم کر دیا جائے تو ہم یہاں پر آباد ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اب بھاٹ نام کا کوئی فرد یہاں آباد نہیں ۔ یہاں کے بازار کھانے پینے کی اشیاء کیلئے مشہور و معروف ہیں اور خاص پکوان کی شناخت اس دروازے کا سبب ہیں ۔ کچھ فاصلے پر ایک مشہور تاریخی مسجد بھی ہے جو اونچی مسجد کہلاتی ہے۔ بازار حکیماں یہاں کا سب سے مشہور بازار ہے جہاں ایک ذاتی ملکیت کا میوزیم واقع ہے یہ فقیر خاندان کی تحویل میں ہے۔

(روزنامہ دنیا 6/اگست 2014ء)

ربوہ میں طلوع وغروب 31۔اکتوبر

طلوع فجر	5:01
طلوع آفتاب	6:21
زوال آفتاب	11:52
غروب آفتاب	5:23

شوز کی نئی ورائٹی کے ساتھ ساتھ لیڈیز برقعہ اور لیڈیز کوٹ بھی دستیاب ہیں۔
رشید بوٹ ہاؤس گولبازار ربوہ
0476213835

اٹھوال فیبرکس
بوتیک ہی بوتیک، بوتیک کی تمام ورائٹی پر زبردست سیل
اعجاز احمد اٹھوال: 0333-3354914
ملک مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ

قابل علاج امراض
ہیپاٹائٹس ۔شوگر۔ بلڈ پریشر
الحمید ہومیو کلینک اینڈ سٹورز
ڈاکٹر عبدالحمید صابر (ایم۔اے)
عمر مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ
فون: 047-6211510
0344-7801578

وردہ فیبرکس
(سب رنگ آپ کے)
کھدر ہی کھدر، کاٹن، لیلن ، وول کھدر، بوتیک شرٹس
تمام ورائٹی انتہائی مناسب ریٹ پر حاصل کریں۔
چیمہ مارکیٹ بالمقابل الائیڈ بینک اقصیٰ روڈ ربوہ
0333-6711362

FR-10

KHAS COLLECTION
Lakin Aam Prices
صاحب جی فیبرکس
ریلوے روڈ ربوہ: +92-476212310
www.sahibjee.com

موسم سرما 2014/15 برانڈ کولیکشن دستیاب ہے
لبرٹی فیبرکس
اقصیٰ روڈ نزد اقصیٰ چوک ربوہ پاکستان
0092-47-6213312